15

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے مومن پر خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کا انکشاف ہوتا ہے

(فرمودہ 8 مئی 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

" بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں آخری لفظ رحیم کا آتا ہے۔ درحقیقت رحمٰن اور رحیم ایک ہی لفظ سے نکلے ہوئے ہیں۔ لیکن اپنے صیغوں اور وزنوں کے لحاظ سے اور پھر ان شکلوں کے لحاظ سے جو انہیں ملی ہیں عربی زبان کے قواعد کے مطابق ان کے معنوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ رحمٰن کے وزن پر جو الفاظ آتے ہیں اُن کے معنوں میں عام طور پر وسعت اور مفہوم میں شدت پائی جاتی ہے۔ اور رحیم کے وزن پر جو الفاظ آتے ہیں اُن کے معانی میں لمبائی اور تواتر پایا جاتا ہے۔ پس لفظ ایک ہی ہے لیکن مختلف وزنوں اور صیغوں کے لحاظ سے معانی میں اختلاف ہو گیا ہے۔ پھر آگے ایک اَور اختلاف بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو ان کی تشریح بھی دیکھنی پڑتی ہے کہ کس حد تک انہیں وسعت دی گئی ہے۔ مثلاً مالدار کا لفظ ہے جب ہم یہ لفظ بولتے ہیں تو بعض ملکوں کے لحاظ سے صرف سو ڈیڑھ سو روپیہ والا شخص مالدار کہلاتا ہے۔ بعض اَور ملکوں کے لحاظ سے ہزار پندرہ سو روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے۔ بعض اَور ممالک کے لحاظ سے

دس بارہ ہزار روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے۔ پھر ان سے بڑھ کر بعض ممالک ہیں جن میں لاکھ دو لاکھ روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے۔ پھر اور ممالک ہیں جن میں دس پندرہ لاکھ روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے۔ پھر اَور ممالک ہیں جن میں پچاس ساٹھ لاکھ روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے۔ بعض اَور ممالک ہیں جن میں کروڑ ڈیڑھ کروڑ روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے۔ پھر بعض ممالک ایسے ہیں جن میں دس پندرہ کروڑ روپیہ والا مالدار کہلاتا ہے اس سے نیچے والا مالدار نہیں کہلاتا۔ ہمارے ملک کی حالت اب بہتر ہو رہی ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی ایسی حالت ہے کہ آج سے پچیس سال پہلے گاندھی جی نے ہندوستان کی دولت کا یہ اندازہ لگایا تھا کہ ہمارے ملک میں اوسط ماہوار آمد 4/12 روپے فی کس ہے۔ اس سے تم اپنے ملک کی دولت کا اندازہ لگا لو۔ اس اندازہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو لاکھ پتی اور کروڑ پتی کہلاتے ہیں۔ 4/12 روپے میں سے ان کو بھی حصہ جاتا ہے۔ تبھی وہ لاکھ پتی یا کروڑ پتی بنیں گے۔ اگر ان کا لحاظ رکھا جائے تو شاید ایک عام شخص کی ماہوار اوسط آمد 2/8 روپے ہو۔ 2/4 روپے ہمارے بعض آدمیوں کو ہزار پتی یا لاکھ پتی بنانے پر لگ جائیں گے اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ الفاظ کے معنوں میں کتنا فرق پایا جاتا ہے۔ ہر ایک شخص اپنے نظریہ کے مطابق کسی لفظ کے معنے لے لیتا ہے۔

مشہور ہے کہ کوئی سمندر کا مینڈک کنویں کے مینڈک کے پاس گیا۔ کنویں کے مینڈک نے اُس سے کہا کہ سنا ہے سمندر بڑی چیز ہوتی ہے۔ سمندر کے مینڈک نے کہا ہاں سمندر بڑی چیز ہے۔ اس پر کنویں کے مینڈک نے ایک چھلانگ ماری۔ مینڈک کے لحاظ سے وہ چھلانگ گز ڈیڑھ گز کی ہوگی اور کہا کیا سمندر اتنا بڑا ہے؟ سمندر کے مینڈک نے کہا سمندر بہت بڑی چیز ہے۔ چھلانگ مارنے سے تم اس کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے؟۔ اِس پر اُس نے دو چھلانگیں ماریں اور وہ چھلانگیں شاید دو تین گز کی ہوں گی۔ اور کہا کیا سمندر اتنا بڑا ہے؟ سمندر کے مینڈک نے کہا سمندر بہت بڑی چیز ہے وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ اس پر دوسرے مینڈک نے اکٹھی تین چھلانگیں لگائیں۔ یہ فاصلہ شاید سات آٹھ گز کا ہوگا اور کہا کیا سمندر اتنا بڑا ہے؟ کنویں کا مینڈک زیادہ سے زیادہ 22,21 فٹ گھیر والی جگہ میں ہوتا ہے۔ اس لیے وہ سمندر کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ سمندر کے مینڈک نے کہا سمندر اس سے بھی بڑا ہوتا ہے اس پر کنوئیں کے مینڈک نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا چل جھوٹا کہیں کا۔ تیرے جیسا جھوٹا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اب کنویں کے مینڈک کے نزدیک کوئی علاقہ 22,21 فٹ سے چوڑا ہو ہی نہیں سکتا اور

یہ چیز اس کے نزدیک بالکل غیر ممکن تھی۔

مجھے یاد ہے کوئی تیس سال کی بات ہوگی کہ میرے پاس گاؤں کی ایک عورت آئی۔ اس نے اپنی مصیبت بیان کر کے نہایت لجاجت سے کہا کہ آپ میری مدد کریں۔ میں نے اس کی حالت سے اندازہ لگایا کہ یہ 60,50 روپیہ مانگتی ہوگی۔ میرے دل میں رحم پیدا ہوا اور سمجھا کہ اِس قدر مدد میری طاقت سے باہر نہیں۔ میں اس عورت کی مدد کر سکتا ہوں۔ اس لیے میں نے اُس عورت سے دریافت کیا کہ تمہیں کس قدر رقم چاہیئے؟ اِس پر اُس عورت نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ مجھے آٹھ آنے چاہئیں۔ میں نے اُسے کچھ رقم تو دے دی لیکن اِس واقعہ نے میرے دل پر ایک ایسا گہرا زخم چھوڑا جسے میں آج تک نہیں مٹا سکا۔

اب دیکھ لو ہمارے ملک میں غربا کی کیسی گری ہوئی حالت ہے۔ اس عورت نے آٹھ آنے لینے کے لیے پانچ سات منٹ تک اپنی مصیبت کا اظہار کیا اور پھر نہایت جھجکتے جھجکتے اپنا آخری مطالبہ پیش کیا۔ اب اس عورت کے نزدیک دس روپے والا بھی بڑا مالدار کہلائے گا۔

اسی طرح یہ لطیفہ بھی ہمارے ملک کی گری ہوئی حالت پر دلالت کرتا ہے کہ چند دیہاتی ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا ملکہ وکٹوریہ کیا کھاتی ہوگی؟ دوسرے شخص نے کہا بھنا ہوا گوشت کھاتی ہوگی۔ ایک نے کہا وہ حلوہ کھاتی ہوگی۔ ایک اَور شخص نے کہا وہ زردہ کھاتی ہوگی۔ اِس پر ایک بڈھے نے کہا تمہاری عقل ماری گئی ہے کیا ملکہ وکٹوریہ اتنی بڑی بادشاہ!! اور وہ گوشت، حلوہ یا زردہ کھاتی ہو؟ اُس نے ایک کمرہ اِدھر بنایا ہوا ہوگا اور ایک اُدھر۔ ان میں گُڑ کی بھیلیاں[1] بھری ہوئی ہونگی۔ اِدھر جاتی ہوگی تو گُڑ کی ایک بھیلی کھا لیتی ہوگی اور اُدھر جاتی ہوگی تو گُڑ کی ایک بھیلی کھا لیتی ہوگی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ٹہلتی جاتی ہوگی۔

یہ حالت کتنی گری ہوئی ہے کہ ہم اپنی دولت کا معیار وہ بتاتے ہیں جو کسی یورپین ملک کے ایک ذلیل سے ذلیل انسان کے معیار سے بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اِس پر قیاس کر لو کہ ہمارا آدمی رحمان کی تعریف کرتا ہوگا اور اُس کی طاقتوں کا اندازہ لگاتا ہوگا تو کہتا ہوگا اُس کی اِتنی طاقت ہوگی کہ کسی کو پچاس روپے دے دیئے۔ اور اگر رحیم کی تعریف کرے گا تو کہے گا گورنمنٹ نصف تنخواہ پنشن دیتی ہے تو شاید خدا تعالیٰ ساری تنخواہ بطور پنشن دے دے۔ کیونکہ ہمارے ملک کے لوگوں کے اندر

وسعتِ خیال نہیں پائی جاتی۔ہم نے غفلت، سُستی، لاپرواہی اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے اپنے اردگرد ایسا ماحول پیدا کرلیا ہے جو نہایت گھٹیا ہے۔ ہمارا ایک پٹواری ہوتا ہے۔ وہ جب تک آسمان پر نہ چلا جائے پچاس ساٹھ روپے کی نوکری نہیں چھوڑتا۔وہ ہر وقت یہ کوشش کرے گا کہ چاہے کوئی نواب ہی ہو وہ اس کی سفارش لے آئے۔تاکہ اُس کی نوکری قائم رہے۔کوئی پیر آجائے گا تو وہ کہے گا چلو جی! آپ میری سفارش کریں۔میری چالیس پچاس کی نوکری جارہی ہے یہ کسی طرح میرے ہاتھ سے نہ جائے۔کوئی ڈپٹی کمشنر خوش ہوگا تو وہ اُس سے بھی جاکر کہے گا کہ آپ میری سفارش کریں۔غرض ہم ایک ایسے ماحول میں ہیں کہ اگر ہم میں سے کسی کی چالیس پچاس روپے ماہوار کی نوکری بھی جاتی ہے تو اتنی تنخواہ والی نوکری اُسے ملنی مشکل ہوجاتی ہے۔لیکن یورپ میں دیکھ لو بڑے بڑے جرنیل، وزیر حتّٰی کہ بادشاہ بھی کتنی دلیری سے استعفیٰ دے دیتے ہیں۔اور بعض ممالک میں یہاں تک حالت پہنچ جاتی ہے کہ وزارتیں بنانی مشکل ہوجاتی ہیں۔

آج سے بیس سال پہلے برطانیہ کا ایک مشہور وزیرخزانہ تھا۔اس نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ ہمارا تو نوکریوں پر گزارہ ہوتا ہے لیکن وہ لوگ صرف نوکریوں پر گزارہ نہیں کرتے۔اُس وقت انگریز وزیرخزانہ کو سات ہزار پونڈ سالانہ دیتے تھے۔اُس نے استعفیٰ دے دیا اور کہا مجھے ایک فرم میں ملازمت مل رہی ہے اور وہ فرم مجھے اس تنخواہ سے ساڑھے چار گنا زیادہ تنخواہ دے رہی ہے اِس لیے میں وہاں ملازمت کروں گا۔چنانچہ وہ اُس فرم میں ملازم ہوگیا۔لیکن ہمارے ہاں آزاد نوکری ملنی مشکل ہوتی ہے۔گورنمنٹ کی نوکری ہو تو ہو۔اس لئے جب کسی کی نوکری جاتی رہتی ہے تو وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اُس کی نوکری بحال ہوجائے اور وہ اپنی ملازمت سے چمٹا رہتا ہے۔خواہ اس کے ملک کے تمام لوگ اُس پر بدظنی کرنے لگ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں بدنظمی، بے ایمانی اور دوسری کئی خرابیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔چونکہ ہر ایک ملازم یہ سمجھتا ہے کہ میں نے ملازمت ترک نہیں کرنی۔اس لیے جس شخص کے متعلق وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی مدد سے اُس کی نوکری قائم رہے گی وہ اُس کی سفارش لاتا ہے اور ایسا کرنے کے لیے وہ مجبور ہوتا ہے۔لیکن دوسرے ممالک میں اس چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہاں نہ کوئی سفارش لاتا ہے اور نہ بے ایمانی کرتا ہے۔اگر کوئی کسی ملازم سے ناجائز کام لیتا ہے تو وہ استعفیٰ دے دیتا ہے اور گورنمنٹ کی ملازمت ترک کرکے کسی فرم میں ملازمت اختیار کرلیتا ہے۔وہاں

ملازمت کا معیار قابلیت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ اپنے اندر قابلیت پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ملازمت کا معیار تعلقات کا ہوتا ہے اس لیے ہر احمق اور ہر قابل ملازم اپنی نوکری کو قائم رکھنے کے لیے سفارش کا محتاج ہوتا ہے۔ جو احمق ہے وہ تو حماقت کرے گا ہی، لیکن ایک قابل شخص بھی جب سمجھتا ہے کہ اس کی ملازمت سفارش کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی تو وہ سفارش لانے کے لیے اِدھر اُدھر دوڑتا ہے۔ اس طرح دونوں طرف سے بے ایمانی ہوتی ہے۔ غرض ہم نے اپنی غلطیوں کی وجہ سے اپنا ماحول گندا بنا لیا ہے اور ترقی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔

امریکہ میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کی دو دو پانچ پانچ یا دس دس لاکھ ڈالر ماہوار آمد ہے۔ ان کے بعض اخباروں کی آمد صوبہ پنجاب کی آمد کے قریب ہے۔ پچھلے دنوں لاہور میں ایک اخبار نویس آیا۔ ہمارے اخبار نویس تو ایک ایک سو روپیہ کی مدد کے لیے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ لیکن اُس شخص نے بتایا کہ میرے اخبار کے سالانہ اخراجات 16 کروڑ روپیہ ہیں۔ یعنی گورنمنٹ پنجاب کے بجٹ سے کچھ ہی کم۔ صوبہ سرحد کی آمد پانچ کروڑ روپیہ ہے۔ اس لیے اس کی آمد سے تین گنا زیادہ اور صوبہ سندھ سے دو گنا۔ اِس سے اندازہ لگالو کہ جس اخبار کی آمد بعض پاکستانی صوبوں سے بھی زیادہ ہو وہ کس شان کا ہوگا۔ ان ممالک کے لوگ جب خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا اندازہ لگائیں گے تو بیس بیس ارب، بیس بیس کھرب یا بیس بیس پدم کا لگائیں گے۔ لیکن ہمارا آدمی خدا تعالیٰ کی طاقت کا اندازہ لگائے گا تو بیس ہزار یا بیس لاکھ روپیہ تک لگائے گا اور کہے گا اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ مگر وہ لوگ جن کے پاس اتنی طاقت ہے کہ وہ دنیا کے تمام کونوں پر حملہ کر سکتے ہیں، ان کے پاس لاکھوں لاکھ فوج ہے، ہزاروں ہوائی جہاز ہیں، ایٹم بم ہیں وہ خدا تعالیٰ کا اندازہ لگائیں گے تو اس سے بہت زیادہ لگائیں گے۔ ان کے پاس اگر ہزار دو ہزار ایٹم بم ہیں تو وہ کہیں گے خدا تعالیٰ کے پاس دو لاکھ ایٹم بم تو ضرور ہوں گے۔ لیکن ہمارا آدمی اندازہ لگائے گا تو کہے گا شاید اُس کی شان آدھے ایٹم بم کے برابر ہو۔ اس سے بڑی بات وہ کیا کرے گا۔ پس چونکہ انسان اپنی حالت کے مطابق خدا تعالیٰ کا اندازہ لگاتا ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں رحمان اور رحیم کے معنے کر دیئے ہیں تا کہ لوگ ان الفاظ کے معنی کرنے میں غلطی نہ کریں۔ اور اپنی گری ہوئی حالت اور خراب ماحول کی وجہ سے غلط اندازے نہ لگانے شروع کر دیں کہ خدا تعالیٰ میں اتنی طاقت پائی جاتی ہے۔

میں نے جو باتیں بیان کی ہیں شاید تم انہیں مذاق سمجھتے ہو گے۔ لیکن یہ واقعات ہیں جن کا تاریخ میں بھی ذکر آتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب ہمایوں شیر شاہ سوری پر حملہ کرنے گیا ہے تو اُس کے ساتھ ایک لاکھ سپاہی تھا۔ میلوں میل تک شاہی لشکر پھیلا ہوا تھا۔ خیموں میں ایک طرف سے دوسری طرف تک جانا مشکل تھا۔ اس لشکر کو دیکھ کر ہمایوں کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ یہ لشکر اتنا بڑا ہے کہ اسے تباہ کرتے ہوئے تو خدا تعالیٰ کو بھی کچھ دیر ہی لگے۔ اُس نے لشکر کی کثیر تعداد دیکھ کر دھوکا کھایا اور یہ فقرہ اُس کے منہ سے نکل گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ اُسے سزا دینا چاہتا تھا۔ جس وقت ہمایوں نے یہ بات کہی اُس وقت پٹھانوں کی فوج کا ایک جرنیل بھی یہ بات سن رہا تھا۔ اُسے یہ بات سن کر غیرت آئی۔ وہ قید تھا۔ اُس نے مجنونانہ طور پر زور لگایا تو بیڑیاں ٹوٹ گئیں اور آزاد ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی قوم میں جا کر کہا کہ ہمایوں نے خدا تعالیٰ کی ہتک کی ہے۔ قوم میں جوش پیدا ہوا اور ایک لشکر جمع ہو گیا جسے لے کر شیر شاہ نے ہمایوں کی فوج پر حملہ کر دیا اور اسے شکست دی۔ اور آخر اس نے بھاگ کر ایران میں پناہ لی۔

اس واقعہ سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہ خیالی بات نہیں۔ دنیا میں اس قسم کی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔ جب کسی شخص کو دنیا میں بڑائی مل گئی تو وہ خیال کرنے لگ گیا کہ اب خدا تعالیٰ میں یہ طاقت نہیں کہ مجھے نیچے گرا دے۔ ہمایوں بادشاہ تھا لیکن اُس نے خیال کیا کہ اب میرے لشکر کو تباہ کرنے میں خدا تعالیٰ کو بھی کچھ دیر لگے گی۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب ہم چھوٹے تھے تو خدا ہمیں مٹا سکتا تھا۔ اب ہم بڑے ہو گئے ہیں اب خدا ہمیں کس طرح مٹا سکتا ہے۔

پس چونکہ الفاظ کے معنی کرنے میں لوگ غلطی کر جاتے ہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں رحمان اور رحیم کی تشریح کر دی ہے۔ مثلاً رحمان کی تشریح کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سورج اور چاند کا ذکر کرتا ہے۔ وہ مثال دے کر کہتا ہے کہ میں نے تمہارے لئے سورج بنایا، چاند بنایا، زمین بنائی، آسمان بنائے، پانی پیدا کیا۔ اِس لیے تم میری رحمت کا غلط اندازہ نہ لگانا اور یہ نہ سمجھنا کہ صرف چند روپے تم کو دے دیئے ہیں یا انسان دس روپے دے سکتے ہیں تو خدا تعالیٰ پچاس روپے دے سکتا ہوگا۔ پھر رحیمیت آجاتی ہے تو وہاں یہ سوال آتا ہے کہ اس دنیا میں جب گورنمنٹ رحیمیت کا بدلہ دیتی ہے تو وہ بہت محدود ہوتا ہے۔ ہمارے ایک زمیندار کے ساتھ اگر کوئی افسر نیک سلوک کرتا ہے تو وہ مارچ اپریل میں ایک کھدر کی چادر میں ستو ڈال لیتا ہے اور اُس افسر کی کوٹھی پر جا کر کہتا ہے یہ ستو ہیں، آپ نے جو مجھ سے

فلاں موقع پر حُسنِ سلوک کیا تھا۔ میں اُس کے بدلہ میں یہ ستو لایا ہوں۔ پھر اس سے ترقی کر کے بعض لوگ افسروں کو ڈالیاں 2 پیش کرتے ہیں۔ ان ڈالیوں کے ساتھ یہ امید کا پہلو بھی ہوتا ہے کہ یہ تو پہلے سلوک کا بدلہ ہے اب میرے ساتھ اَور نیک سلوک بھی ہونا چاہیے۔ پھر بعض حکومتیں بھی احسانات کا بدلہ دیتی ہیں تو یہ کر دیتی ہیں کہ کسی کو پانچ مربع زمین دی اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ 1700 روپے فی مربع ادا کر دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رقم مربع کی پوری قیمت نہیں ہوتی لیکن تاہم وہ کچھ رقم کا مطالبہ کر لیتی ہیں۔ اگر بڑی مار ماریں تو کہہ دیتی ہیں کہ اس کو تاحیات اتنی رقم بطور پنشن ملے گی۔ اس کی وفات پر اس کے بیٹے کو نصف رقم اور اس کے بیٹے کو اس کی نصف رقم ملے گی۔ اور آہستہ آہستہ اس پنشن کو ختم کر دیتی ہیں۔ ان نظاروں کو دیکھ کر انسان جب خدا تعالیٰ کے متعلق خیال کرے گا تو یہی کرے گا کہ وہ پوری پنشن دے دیتا ہوگا یا وہ پانچ مربعے زمین دے کر کسی رقم کا مطالبہ نہیں کرتا ہوگا اور کیا دیتا ہوگا۔ جیسے ملکہ وکٹوریہ کے متعلق بعض دیہاتیوں نے خیال کر لیا کہ وہ بھُنا ہوا گوشت کھاتی ہوگی یا یہ کہ گُڑ کی بھیلیاں کھاتی ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ ٹہلتی بھی جاتی ہوگی۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے متعلق بھی لوگ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ رحیم ہے اس لیے وہ ساری پنشن دے دیتا ہوگا۔ یا ہماری پچاس یا ساٹھ روپے کی قربانی ہے تو وہ پانچ چھ سو روپیہ دے دیتا ہوگا۔ اگر گورنمنٹ دس پندرہ سال تک پنشن دیتی ہے تو وہ سو سال تک دیتا ہوگا۔ پس چونکہ لوگ اس قسم کے اندازے لگا سکتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بات نہیں۔ یہاں اگر تمہیں نصف تنخواہ پنشن ملتی ہے تو خدا تعالیٰ تمہیں پوری تنخواہ بطور پنشن دے گا۔ بلکہ یہاں تو انعامات بہت محدود ہیں اگر وہ لاکھوں ہیں تب بھی محدود ہیں۔ لیکن ہمارا یہ حال ہے۔ لَھُمْ فِیْھَا مَا یَشَآءُوْنَ 3۔ ہماری جنت میں جنتی جو کچھ چاہیں گے وہ انہیں ملے گا۔ اگر کوئی دس ارب روپیہ چاہے گا تو وہ اُسے ملے گا، دس کھرب چاہے گا تو وہ اُسے ملے گا، دس پدم چاہے گا تو وہ اُسے ملے گا۔ ہماری پنشن کا یہ حال نہیں کہ اگر یہاں نصف تنخواہ بطور پنشن ملتی ہے تو ہمارے ہاں پوری تنخواہ بطور پنشن مل جائے گی۔ بلکہ اگر کوئی شخص گودڑی میں ملبوس ہے۔ اُس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں اور اُسے دنیا میں کوئی حیثیت بھی حاصل نہیں تو اُسے ہمارے ہاں جو کچھ ملے گا سارے امریکہ کی دولت اُس کے مقابلہ میں ایک مکھی کے پَر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ بے شک ہم یہاں کہتے ہیں کہ انہیں بہت کچھ ملتا ہے لیکن یہاں جو کچھ ملتا ہے وہ بہر حال محدود ہوتا ہے۔

ہم جب خدا تعالیٰ کے لیے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے معنے اَور ہوتے ہیں اور جب اپنے لیے استعمال کرتے ہیں تو اس کے معنی اَور ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جو غیر محدود ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ محدود ہے اور اُس کے نزدیک جو محدود لیکن وسیع ہے ہمارے ذہن بھی اُس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے یہ دنیا محدود بنائی ہے اور خدا تعالیٰ خود اس دنیا کے محدود ہونے پر زور دیتا ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ غیر محدود ہے۔ دنیا کی وسعت کا اندازہ اب سولہ ہزار روشنی کے سالوں تک پہنچ گیا ہے۔ اور ابھی تک لوگ کہتے ہیں ہمیں کچھ پتا نہیں لگتا کہ دنیا کتنی وسیع ہے۔ شاید تمہاری سمجھ میں یہ بات نہ آتی ہو۔ روشنی کی رفتار فی منٹ ایک لاکھ اسّی ہزار میل ہوتی ہے۔ جن چیزوں کی لمبائی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ انہیں ہم میلوں سے نہ ناپ سکیں۔ اُن کا اندازہ اس طرح لگاتے ہیں کہ یہ روشنی کے اتنے سال لمبی ہیں۔ مثلاً اگر ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز روشنی کے ایک گھنٹہ جتنی لمبی ہے تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ 60x180000 میل لمبی ہے۔ اور اگر ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز کی لمبائی روشنی کے ایک سال کے برابر ہے۔ تو اس کے معنی ہیں 365x24x60x180000 گویا جس چیز کی لمبائی اربوں کھربوں اور پدموں سے آگے گزر جائے۔ تو اُسے روشنی کے سالوں سے ناپتے ہیں۔ اِس وقت تک دنیا کی لمبائی 16000 روشنی کے سالوں کے برابر دریافت ہو چکی ہے۔ اِس کا اگر حساب لگانا شروع کر دیں تو تعداد اربوں اور کھربوں اور پدموں سے گزر کر اِس حد تک گزر جائے گی کہ ہم صبح سے شام تک اس کی گنتی کو پورا نہیں بیان کر سکیں گے۔ بہر حال ماہرین کہتے ہیں کہ دنیا کی لمبائی 16000 روشنی کے سالوں کی حد تک دریافت ہو چکی ہے۔ اور ابھی اس کی لمبائی باقی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ربڑ کی طرح لچک پائی جاتی ہے۔ جس طرح ربڑ کو کھینچنے سے اُس کی لمبائی بڑھ جاتی ہے اِس طرح دنیا کی لمبائی بھی بڑھ رہی ہے۔ بہرحال خدا تعالیٰ کے نزدیک جو محدود ہے وہ ہمارے نزدیک غیر محدود ہے۔ ہم اُس کی نہ لمبائی کا اندازہ لگا سکتے اور نہ گہرائی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

پھر دنیا کو جانے دو۔ ایک ذرہ کو لے لو۔ اس کی وسعت کا اندازہ بھی ہم نہیں لگا سکتے۔ اب پانی کے قطرہ کے متعلق تحقیقات ہو رہی ہے۔ ہائیڈروجن بم پانی سے ہی بنا ہے۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ہم قطرہ کی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اب لوگوں نے تحقیقات کر کے اس سے ہائیڈروجن بم ایجاد کر لیا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے لیے جو محدود ہے وہ ہمارے لیے غیر محدود ہے۔

اور جسے وہ بے حساب دے دیوے وہ کیا ہوگا۔ ہم اس کا وہم بھی نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ۔ وہ جو چاہیں گے اُنہیں ملے گا۔ یہ رحمانیت آ گئی تم جتنا مانگو گے تمہیں ملے گا۔

اب رحیمیت کو لو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ4 یعنی ہم جو تمہاری پنشن مقرر کریں گے وہ ختم ہی نہیں ہوگی۔ وہ غیر مقطوع ہوگی۔ وہ کاٹی نہیں جائے گی۔ اس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔ پس کنویں کے مینڈک کی طرح تم اپنے اوپر خدا تعالیٰ کا قیاس مت کرو۔ قرآن کریم نے خود رحمان اور رحیم کے معنی کر دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ وہ جو چاہیں گے انہیں ملے گا۔ یا مثلاً یہ فرمایا کہ اس دنیا میں ہر ذرہ انسان کو فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور دنیا کی ہر چیز اُس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے5۔ اور پھر جو کچھ خدمت میں لگا ہوا ہے۔ ذرا اُس کا اندازہ کرلو۔ دنیا کو لوگ آج تک ناپ رہے ہیں لیکن وہ ناپی نہیں جاسکی اور نہ قیامت تک لوگ اسے ناپ سکیں گے۔ یہ رحمانیت ہے۔ پھر رحیمیت لے لو تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ کہ ہمارے انعامات منقطع نہیں ہوں گے۔ پھر اگلے جہان کی رحمانیت کو لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہاں لوگ جو چاہیں گے انہیں ملے گا۔ اس کے لیے محنت کا کوئی سوال نہیں ہوگا۔ وہاں محدود اعمال کے بدلہ میں اِس قدر ملے گا جس کا اندازہ لگانا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اب تم سمجھ لو جو شخص رحیمیت کو دیکھتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا ہے۔ اس کے اندر کس قدر وسعتِ خیال پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ایک غریب کو ایک پیسہ دینے لگتا ہے اور کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں نے اس ایک پیسہ کے بدلے میں رحیمیت لینی ہے۔ وہ رحیمیت کیا ہے۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ یعنی اُسے اس ایک پیسے کے بدلے میں ایسا انعام ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ پس جب وہ کسی غریب کو پیسہ دیتا ہے۔ اور رحیمیت کو ذہن میں رکھ کر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا ہے تو اُس کا ذہن فوراً اِس طرف جاتا ہے کہ مجھے غیر محدود بدلہ ملنا ہے۔ یا ایک عورت آدھا پھُلکا ایک فقیر کو دیتی ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر دیتی ہے۔ تو اُس کی اِس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس پھُلکے کے آدھے حصہ کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی رحیمیت جاری ہوگی۔ پھر رحیمیت کے وہ یہ معنی لیتی ہے کہ دیتی تو وہ نصف پھُلکا ہے، دیتی تو وہ ایک تولہ آٹا ہے۔ لیکن مانگتی جنت کی نعماء ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں۔ اور یہ اُس وقت ہوتا ہے جب وہ پھُلکا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر دیتی ہے۔

اب سننے والا تو کہے گا یہ کتنی بے شرم ہے کہ دیتی تو نصف پُھلکا ہے۔ اور مانگتی نہ ختم ہونے والی نعماء ہے۔ لیکن وہ کہے گی تم خود بے شرم ہو۔ میرے خدا نے کہا ہے تم یہ کچھ مانگو اور میں مانگتی ہوں۔ وہ آپ کہتا ہے تم جو کچھ مانگو میں دوں گا۔ اور جب وہ دینے پر آئے تو تم کون ہو منع کرنے والے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ تم اگر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی کسی کو دو گی تو وہ اُس کے بدلہ میں نہ ختم ہونے والی نعماء دے گا۔ گویا تمہاری ہر چھوٹی نیکی کامل رحمانیت اور کامل رحیمیت دلاتی ہے۔ تم اگر رحیمیت اور رحمانیت کو مدّنظر رکھ کر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھتے ہو تو تم پر انعامات کی وسعت کھلتی ہے ایک آدمی اگر ایک دفعہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ کہہ دیتا ہے۔ تو وہ سمجھ لے کہ اس نے ایک دفعہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ کہہ کر کتنا بڑا انعام لے لیا۔ پس ہر نیکی کے لیے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ایک گاڑی ہے جو اُسے کہیں کا کہیں پہنچا دیتی ہے۔ پس بدقسمت ہے وہ شخص جس پر رحمتوں کا دروازہ تو کھلا ہے لیکن وہ اس سے حصہ نہیں لیتا۔ خدا تعالیٰ کے انعامات کا دریا اس کے قریب بہہ رہا ہے لیکن وہ اس میں ہاتھ نہیں دھوتا۔ ایک ہندو اور ایک سکھ کو تو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سیکھنا پڑتا ہے۔ لیکن کتنا بدقسمت ہے ایک مسلمان جسے خدا تعالیٰ نے آپ ہی یہ سکھا دیا اور کہا تُو مانگ۔ اور وہ مانگتا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں ایک ماں اپنے بچہ سے کہتی ہے مانگ! پھر وہ مانگتا ہے اور ماں اُسے دیتی بھی جاتی ہے اور پیار بھی کرتی جاتی ہے۔ وہ پہلے ایک چیز اُس کے سامنے کر دیتی ہے۔ اور اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم مانگو۔ پھر وہ چیز پیچھے کر لیتی ہے۔ بچہ آگے آتا ہے پھر ماں باپ سمجھتے ہیں کہ بچے کا دِل میلا ہو گا تو وہ اُسے سینہ سے چمٹا لیتے ہیں اور وہ چیز اُسے دے دیتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ماں، ماں واری، ماں صدقے کہتی جاتی ہے۔ یہی حالت خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ رحمان ہے، رحیم ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ ہر کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھو اور میری رحمانیت اور رحیمیت کو جوش دلاؤ۔ پھر جب بندہ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھتا ہے تو وہ اپنی دونوں صفات کو جاری کر دیتا ہے۔ اور پھر اپنے دیئے ہوئے انعامات کے صحیح استعمال پر ممنونِ احسان بھی ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے میرے بندہ نے یہ کام کیا ہے حالانکہ نہ اُس نے کوئی کام کیا اور نہ خدمت کی اس نے خود ہی خدمت کا رستہ دکھایا اور خدمت کروائی اور پھر اس خدمت کے بدلہ میں اُسے نوازا اور نوازتا چلا گیا اور نوازتا چلا جائے گا۔

پس بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خدا تعالیٰ کی اتنی رحمتوں پر دلالت کرتی ہے۔ اور اتنی عظیم الشان نعمتوں کا انکشاف مومن پر کرتی ہے۔ کہ اگر انسان صرف بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو ہی اپنا ورد بنالے تو اس کے اندر نور اور معرفت اور روشنی پیدا کرنے کا یہ ایک زبردست ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔''

(المصلح 20؍مئی 1953ء)

1: بھیلیاں: گُڑ کا گول ڈلا جس کا وزن تین چار سیر کا ہوتا ہے۔(فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

2: ڈالیاں: (i) ٹوکری جس میں پھول یا پھل سجا کر اُمراء کو پیش کئے جاتے ہیں۔
(ii) حاکموں اور امیروں کو نذر دینا (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

3: النحل : 32

4: ھود : 109

5: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (لقمان:21)